تفسیر بیان القرآن اور سیرت ابن ہشام: منہجی مماثلتیں اور اختلافات کا تجزیہ

Methodological Approaches in Tafseer Bayan-ul-Quran and Seerat Ibn Hisham: A Comparative Analysis

Dr. Saeed Ur Rahman
Lecturer, IBMS, The University of Agriculture Peshawar
Email: msaeedkhalil@gmail.com
Nasir Ud Din
PhD Scholar Department of Islamic Studies Lahore Leads University
Aziz Ul Hassan
Alumni Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: azizulhassan4400@gmail.com

Abstract
This study provides a comparative analysis of the methodological approaches employed in Tafseer Bayan-ul-Quran and Seerat Ibn Hisham, two significant works in Islamic scholarship. While both texts are foundational to Islamic thought, they differ significantly in their aims and methodologies. Tafseer Bayan-ul-Quran utilizes a modern exegetical framework, focusing on interpretative and critical dimensions, with particular emphasis on the context of Quranic verses and their linguistic complexities. Conversely, Seerat Ibn Hisham offers a historical narrative of the life of Prophet Muhammad (PBUH), emphasizing chronological events and their socio-cultural impacts.
Despite their shared commitment to accuracy and depth, Tafseer Bayan-ul-Quran prioritizes spiritual and jurisprudential insights, whereas Seerat Ibn Hisham focuses on historical narrative and cultural context. This research highlights the significance of these works for understanding Islamic sciences, explores their unique contributions, and examines their methodological differences to offer fresh perspectives for contemporary critical research.
Keywords: Tafseer Bayan-ul-Quran, Seerat Ibn Hisham, comparative analysis, Islamic scholarship

یہ تحقیق "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کے درمیان منہجی مماثلتیں اور اختلافات کا تجزیہ کرتی ہے۔ دونوں کتب اسلامی علم و فکر کے اہم ذخائر ہیں، مگر ان کے منہج اور مقاصد میں واضح اختلافات ہیں۔

"تفسیر بیان القرآن" میں ڈاکٹر صاحب نے قرآن کی تفسیر کے لیے ایک جدید منہج اپنایا ہے، جو تشریحی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں پر زور دیتا ہے۔ اس میں وہ خاص طور پر قرآنی آیات کے سیاق وسباق اور لغویات پر توجہ دیتے ہیں۔

اس کے برعکس، "سیرت ابن ہشام" میں، ابن ہشام نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تاریخی تناظر میں پیش کیا ہے، جس میں واقعات کی ترتیب اور ان کے اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔ دونوں کتب میں معلومات کی صداقت اور تفصیل پر زور دیا گیا ہے، لیکن "تفسیر بیان القرآن" زیادہ روحانی اور فقہی بصیرت فراہم کرتی ہے، جبکہ "سیرت ابن ہشام" تاریخی روایت اور ثقافتی پس منظر کو اجاگر کرتی ہے۔

یہ تحقیق ان دونوں کتب کی اہمیت کو سمجھنے اور اسلامی علوم میں ان کے مقام کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے منہجی فرق کو بھی اجاگر کرتی ہے، جو جدید تحقیقی تنقید کے لیے اہم ثابت ہو سکتا ہے۔

ضرورت واہمیت:

"تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کے منہجی مماثلتیں اور اختلافات کا تجزیہ اسلامی علوم کے طلبہ، محققین، اور دین کی گہرائیوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے ضروری ہے۔ یہ تحقیق نہ صرف دونوں کتب کی تشریحی خصوصیات کو اجاگر کرتی ہے بلکہ اسلامی علم کی روایت میں ان کی حیثیت کو بھی واضح کرتی ہے۔ اس سے علمی و تحقیقی حلقوں میں مکالمے کو فروغ ملے گا اور اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مفروضہ:

یہ فرض کیا جاتا ہے کہ "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کے درمیان بنیادی منہجی مماثلتیں اور اختلافات موجود ہیں، جو ان کی تشریحی روش، موضوعاتی توجہ، اور مذہبی تناظر میں واضح ہیں۔

اس مفروضے کو سچ ثابت کرنے کے لیے درجہ سوالات اور مقاصد مرتب کئے گئے۔

سوالات:

1. "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" میں منہجی مماثلتیں کیا ہیں اور ان کے اثرات کیا ہیں؟
2. دونوں کتب میں استعمال ہونے والے تشریحی اور تاریخی طریقے میں کیا بنیادی فرق ہے؟
3. ان دونوں کتب کی علمی اہمیت اور ان کے پڑھنے کے طریقے میں کیا روابط ہیں؟

ان سوالات کے صحیح اور درست جوابات کے لیے جن مقاصد کو ترتیب دیا گیا، وہ درج ذیل ہیں:

مقاصد:

1. "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کے منہجی مماثلتوں اور اختلافات کا ایک جامع تجزیہ فراہم کرنا۔
2. اسلامی علم کی روایات میں دونوں کتب کی حیثیت اور کردار کو اجاگر کرنا۔
3. طلبہ اور محققین کے لیے دونوں کتب کے مطالعے کے نئے زاویے فراہم کرنا، تاکہ وہ دین کی گہرائیوں میں غور و فکر کر سکیں۔

تفسیر اور سیرت کے میدان میں، "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" دو اہم علمی متون کی حیثیت رکھتے ہیں، جو نہ صرف اسلامی فکر کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ دین کی تشریح و تفہیم کے لیے بنیادی وسائل بھی فراہم کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتب اپنی اپنی نوعیت میں منفرد ہیں؛ جہاں "تفسیر بیان القرآن" قرآن کی تفسیر کے ذریعے دین کی بنیادی تعلیمات کی وضاحت کرتا ہے، وہیں "سیرت ابن ہشام" نبی کریم ﷺ کی زندگی اور اُن کی تعلیمات کو تاریخی تناظر میں پیش کرتا ہے۔

اس تحقیق میں، ہم ان دونوں متون کے منہجی مماثلتوں اور اختلافات کا تجزیہ کریں گے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ کس طرح اسلامی علم کی روایت میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تجزیے کے ذریعے، ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ان دونوں کتب کے مطالعے سے ہمیں دین کی گہرائیوں میں غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ کیسے طلبہ اور محققین کے لیے ایک قیمتی علمی ذرائع بن سکتے ہیں۔

اس تناظر میں، یہ ضروری ہے کہ ہم دونوں کتب کی اہمیت، خصوصیات، اور ان کے تعلیمی فوائد کو واضح کریں، تاکہ جدید دور کے طلبہ کے لیے اسلامی علوم کی تفہیم کو مزید آسان بنایا جا سکے۔

تفسیر بیان القرآن کا منہج

ڈاکٹر صاحب کی تمام تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت آپ کی تفسیر "بیان القرآن" کو ملی ہے۔ نہایت سادہ الفاظ، سہل اور آسان انداز میں یہ تفسیر مرتب ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس طرح اپنی دوسری کتابوں میں مبلغانہ اور مدبرانہ انداز اپنایا ہے اسی طرح آپ کی تفسیر میں بھی وہی جھلک نظر آرہی ہے۔ مذکورہ تفسیر کو اگر عمیق نظر سے دیکھا جائے تو غیر ضروری طوالت نظر نہیں آرہی، عصر حاضر کے مسائل کو مد نظر رکھ کر مفسر قرآن نے ایک جامع اور مختصر تصنیف کی ہے۔ آپؒ نے سلف صالحین کے راستے کی پیروی کرتے ہوئے تجدید دین کا کام کیا اور اس کار خیر کے لیے آپ نے قرآن کریم کو ذریعہ بنایا۔

ڈاکٹر صاحب کا منہج تفسیر کو اگر دیکھا جائے تو آپؒ نے حتی الامکان تفسیر بالماثور کو اپنایا ہے۔

تفسیر بالماثور کی تعریف

" هُو ما جاءفی القرآن اوسنة او كلام الصحابة بيانا لمراد اللهِ تعالى من كتابهِ "[1]

قرآن کریم کی کسی آیت کا معنی اور مفہوم اگر قرآن کریم کی کسی دوسری آیت سے واضح کیا جائے یا حضورؐ کی ارشادات سے یا صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے اقوال وآثار سے واضح کیا جائے تو اس طرز تفسیر کو تفسیر بالماثور کہا جاتا ہے۔

تفسیر بالماثور میں درجہ ذیل اجزاء شامل ہوتے ہیں:

(1)تفسير القرآن بالقرآن

(2)تفسِيرالقرآن بالاحادِيث النبیﷺ

(3)تفسِير القرآن با قوال الصحابةِ و تابعِين

ڈاکٹر صاحب کی منہج تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ اس اُصول کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں "القرانُ يُفسر بعضه بعضا"[2]۔

ذیل میں ہم ڈاکٹر صاحب کی تفسیر سے تفسیر بالماثور کو مثالوں کے ساتھ پیش کریں گے جس سے ہمیں اندازہ ہو جائے گا کہ ڈاکٹر صاحب اپنی تفسیر میں تفسیر بالماثور کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔

(1) تفسیر القرآن بالقرآن

یہ پہلا اور اہم ترین اُصول ہے جو تمام اہل علم کے ہاں یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی "الاتقان فی علوم القرآن" میں رقمطراز ہیں

" مَنْ أَرَادَ تَفْسِيرَ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ، طَلَبَهُ أَوَّلًا مِنَ الْقُرْآنِ فَمَا أُجْمِلَ مِنْهُ فِي مَكَانٍ فَقَدْ فسره في موضع آخَرَ وَمَا اخْتُصِرَ فِي مَكَانٍ فَقَدْ بُسِطَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ"[3]

اور سورۃ الفاتحہ میں "منعم علیهم" کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

" اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"[4]

"یہ کون لوگ ہیں؟ اس سورۃ مبارکہ میں غایۃ اجمال واختصار ہے۔ اس لیے یہاں ساری تفاصیل ممکن نہیں تھیں۔ لیکن قرآن مجید کا یہ اُصول پیش نظر رکھیں کہ قرآن پاک کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق اگر تحقیق کیا جائے کہ "انعمت علیہم" کی تفسیر قرآن کریم میں کہاں ذکر ہے تو سورۃ النساء کی یہ آیت سامنے آئے گی

"ومَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم "----"[5]

(2) تفسیر القرآن بالحدیث النبیؐ کی مثال

تفسیر القرآن بالحدیث یہ تفسیر کا دوسرا اُصول ہے۔ڈاکٹر صاحب آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت کرتے ہوئے احادیثِ نبویہ کی روشنی میں اس کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

سورۃ آلِ عمران کی آیت 14 کی تشریح فرماتے ہوئے حدیث مبارکہ سے استشہاد فرماتے ہیں۔ آپ ذیل آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں،

" زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ "[6]

ڈاکٹر صاحب آیت مبارکہ کی تشریح میں ذیل حدیث پیش کرتے ہیں

" ما تركت بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء"[7]

(3) تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین

ڈاکٹر صاحب کے منہج تفسیر کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جابجا آیت قرآنیہ کی تفسیر میں اقوال صحابہ و تابعین بھی ذکر فرماتے ہیں۔

سورۃ الدخان کی آیت 10 " فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ، "[8] کی تفسیر میں آپؒ لکھتے ہیں کہ مفسرین حضرات کے درمیان اس آیت کے مفہوم کے بارے میں شدید اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ اکرام کے زمانے میں بھی پایا جاتا تھا چنانچہ حضرت علی[9]، ابن عمر[10]، عبداللہ بن عباس[11]، اور ابو سعید خدری[12] رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حسن بصریؒ[13] کی رائے ہے کہ اس سے مراد قیامت سے پہلے نمودار ہونے والا دھواں ہے۔ اس کے بر عکس ابن مسعودؓ[14] سے یہ رائے منقول ہے کہ حضورؐ کی نبوت کی ابتدائی سالوں میں مکہ میں جو قحط پڑا تھا مذکورہ آیت میں اس قحط کے بارے میں پیشگی خبر دار کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرات تابعین میں سے امام مجاہدؒ، قتادہ اور ابراہیم نخعیؒ، وغیرہ نے ابن عباسؓ کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔[15]

اسرائیلیات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی رائے

تفسیر بالماثور کی اکثر کتب اسرائیلیات سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اسرائیلیات سے متعلق معتدل رائے رکھتے ہیں۔ اور اس اُصول کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ کتاب (یعنی قرآن مجید) تورات اور انجیل کی مصداق بھی ہے اور مصدق بھی۔ اس کی حیثیت ایک کسوٹی کی ہے پہلے کتابوں میں جو تحریف کی گئی تھی اب اس کتاب (قرآن) کے ذریعے سے اس کی تصحیح ہو گی۔ آپ مزید فرماتے ہیں جو چیز قرآن کریم کے نص سے متصادم ہوں گے ہم اسے رد کریں گے لیکن جہاں قرآن کریم سے کسی بات کی نفی نہ کی گئی ہو ہم وہاں سے استفادہ کریں

گے۔ چنانچہ سورۃ ص کی آیت (20-24)"فاستغفر ربه وخرراكعاًواناب"میں آنے والے واقعات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:

اس واقعے کے حوالے سے جو اسرائیلی روایات منقول ہیں اس کے متعلق ابن عباسؓ کا اثر موجود ہے جس کے مرفوع ہونے کے بارے میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے اس بارے میں سنا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اسرائیل روایات سنی ہوں اور اسی کو بیان کر دیا ہو۔ بہر حال میری رائے اس حوالے سے یہی ہے کہ انبیاء کرامؑ کے معاملے میں بشری تقاضوں کے عنصر کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے[16]۔

لیکن بعض مقامات میں ڈاکٹر صاحب نے تفسیر بالرائے سے بھی کام لیا ہے۔ لیکن تفسیر بالرائے (محمود) کی حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے تفسیر فرماتے ہیں۔

تفسیر بالرایے محمود کی تعریف

المراد بالرائ هُناالاجتِهادفان كان الاجتهادموقفاای مستندًاالا ما يجب الاستناد اليهِ بعيدا عن الجهالةِ والضلالةِ فالتفسيربهِ محمود والا فمذموم۔[17]

"یعنی تفسیر بالرایے سے مراد ایسی تفسیر جو اجتہاد کی مدد سے کی جائے۔ یعنی تفسیر قرآن میں تدبر اور تفکر کے ذریعے نئے نئے مطالیب اور مفاہیم تلاش کرنا۔"

اسی طرح آپ لغوی مباحث بھی فرماتے ہیں اور فلسفیانہ وکلامی مسائل کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، اسالیب قرآن، آیات الاحکام کی تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن، تصوف وروحانیت کی طرف ارشادات، غلبہ دین واقامت دین کا تصور، مختلف مذاہب اور تقابل، فرقہ باطلہ پر جرحہ و تنقید، جابجا عربی، فارسی اور انگریزی اشعار کا استعمال، فقہی آراء میں محتاط انداز، جدید سائنسی اور عمرانی علوم ومسائل آپؒ کی تفسیر کا حصہ ہیں۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کریں گے۔

1۔ لغوی مباحث

ڈاکٹر صاحب اپنی تفسیر میں صرفی اور نحوی تراکیب فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

آپؒ سورۃ الفاتحہ میں "الرحمان اور الرحیم "کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دو بڑے عظیم صفاتی نام مذکور ہیں۔ دونوں کا مادہ رحمت ہے۔ اور اسی رحمت سے رحمٰن اور رحیم بنا۔ "رحمٰن "فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا۔ چنانچہ اہلِ عرب جب اس وزن پر کوئی بھی لفظ لاتے ہیں تو اس میں نہایت شدت معلوم ہوتی ہے۔ مثلا "غضبان "غیظ وغضب میں لال بھبھو ہونے والا

شخص "اس طرح عرب کہتے ہیں "اناعطشان"" میں پیاس سے مرا جارہا ہوں۔ اور سورۃ الاعراف میں موسیٰ علیہ السلام کے لیے الفاظ آئے ہیں "غضبان اسفا" رنج وغصہ سے بھرا ہوا۔

اور "رحیم" فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور جب کوئی صفت کسی کی ذات کے اندر دائم اور مستقل اہو جائے تو وہ فعیل کی وزن پر آتی ہے۔ اب دونوں صفات کے اکھٹے ہونے کا معنیٰ یہ ہے اس کی رحمت جوش اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے مانند بھی ہے اور رحمت میں دوام بھی ہے۔ یعنی وہ بیک وقت رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ اور ایک جاری دریا کی طرح مستقل رواں دواں ہے۔[18]

اسی طرح آپؒ لفظ "تسبیح" کا لغوی بحث فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں

"سبَحَ یَسبَحُ" فعل لازم ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی چیز کا تیرنا خواہ وہ زمین پر یا خلا میں یا فضا میں ہو۔ اس سے فعل متعدی بنتا ہے سَبَّحَ یُسَبِّحُ، جس کا مطلب ہے کسی شے کو تیرانا، یا اس کو اس کی سطح پر برقرار رکھنا۔ اور اس کا مصدر "تَسبِیح" ہے۔ جس کا معنیٰ ہے کسی شئے کو اس کی اصل سطح پر برقرار رکھنا۔[19]

2۔ فلسفیانہ اور کلامی مباحث

آپؒ اپنی تفسیر میں قدیم اور جدید دونوں طرح کے فلسفیانہ اور کلامی مباحث بیان کرتے ہیں اور انہیں عام اور فہم انداز میں پیش کرتے ہیں۔

1۔ آپؒ سورۃ الاعراف کی آیت "وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر--[20]" کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں:

بتوں کا اعتراف کرنے سے مراد بتوں کے سامنے پوری توجہ اور یکسوئی سے بیٹھنا ہے جو بت پرستوں کا طریقہ ہے۔ اس فلسفے پر ڈاکٹر رادھا کرشنن (1888ء تا 1975ء) نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جو کسی دیوی یا دیوتا کے نام کے بت بناتے ہیں تو ہم ان بتوں کو اپنے خیر وشر کا مالک نہیں سمجھتے، بلکہ ہمارا مقصد ایک مجسم چیز کے ذریعے توجہ دلانا ہوتا ہے۔ کونکہ تصوراتی انداز میں دیوتاؤں کے بارے میں مراقبہ کرنا اور ساتھ پوری توجہ سے ان کے طرف دھیان رکھنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن مجسّمہ کو سامنے رکھ کر توجہ کرنا آسان ہوتا ہے۔

2۔ سورۃ الحدید کی آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب صفاتِ باری تعالیٰ پر کلامی مباحث ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

باری تعالیٰ ' کے صفات کی بھی نہ تو ہم کیفیت جانتے ہیں اور نہ کمیت۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ لیکن اب کتنا قادر ہے؟ تو ہمارا محدود ذہن اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لیکن قرآن کریم نے ہماری اس درماندگی کا جواب لفظ "کل" کے ساتھ کیا ہے۔[21]

3۔ اسالیب قرآن

آپؒ اسلوب قرآن کا ذکر کرتے ہوئے مختلف اسالیب مثلاً، شاعری، تصنیف اور مقالہ جات کی نفی کے بعد لکھتے ہیں۔ "قرآن مجید اس دور کی دو سب سے زیادہ معروف اصناف کے اسلوب پر ہے۔ اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں قرآن حکیم مجموعہ خطبات اِلٰہیہ ہے، جس میں ہر سورت ایک خطبے کی مانند ہے۔ چنانچہ آپؒ سورۃ الفاتحہ کے اسلوب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"قرآن کریم اگرچہ کلام ربانی ہے لیکن اس کا اسلوب دعائیہ ہے۔ گویا اس میں بندوں کو یہ تلقین کی جارہی ہے کہ اگر اللہ رب العزت سے ہم کلام ہونا چاہو تو یہی طریقہ ہے۔ اور اگر سورۃ میں مزید غور کی جائے تو یہ حقیقت میں انسانی فطرتِ سلیمہ کی ترجمانی ہے۔ جو ربِّ کائنات نے اس سورۃ کے جامع الفاظ کی شکل میں فرمائی ہے۔[22]

4۔ سائنسی اور عمرانی مسائل کا ذکر

آپؒ سائنس اور عمرانیات کے علم سے بھی واقف تھے اور تفسیر کرتے وقت جگہ جگہ سائنسی و عمرانی مسائل کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا حل قرآن مجید کی مبارک آیٰت کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

1۔ سورۃ المائدہ کی آیت (8) "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ۔۔۔۔[23] کی تشریح میں فرماتے ہیں

آج کے زمانے میں اگر غور کیا جائے تو پوری نوع انسانی انصاف کی تلاش میں سرگرداں ہے، اور اسی انصاف ہی کے لیے انسان نے بادشاہت سے جان چھڑا کر جمہوریت کو اپنایا تاکہ انسان پر انسان کی حاکمیت ختم ہو کر انصاف میسر آئے، لیکن وہ بھی سراب ثابت ہوئی اور ایک دفعہ پھر انسان سرمایہ دارانہ نظام کی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔ اب سرمایہ دار اس کے آقا اور مالک بن گے اس لعنت سے خود کو بچانے کے لیے اس نے کمیونزم کی دروازے پر دستک دی مگر یہاں بھی متعلقہ پارٹی کی آمریت اس کی منتظر تھی۔ اب انسان عدل وانصاف کہاں سے حاصل کرے؟ کیا کرے؟ انسان کی اپنی فطرت انصاف کا تقاضا کرتی ہے اور اس کو پورا کرنے کے لے وہ عدل وانصاف قائم کرنے کے لے کھڑا ہو جاے مگر اس سے اوپر بھی ایک منزل ہے اور وہ یہ ہے کہ "العدل" اللہ کی ذات ہے جس کا دیا ہو انظام ہی عادلانہ ہے، ہم اس کے وفادار بندے ہیں۔[24]

5۔ آیات الاحکام کی تفسیر

ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں آیات الاحکام کی وضاحت فرماتے ہوئے فقہ حنفی کو پیش نظر رکھتے ہوئے رقمطراز ہیں ذیل میں ہم کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں۔

1۔سورۃالبقرہ کی آیت(196)"فمن تمتع بالعمرۃِ الحج فماستیسرمن ال ھِدی"[25] کی تفسیر میں حج قِران و تمتع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قِران اور تمتع کرنے والوں پر قربانی ضروری ہے امام ابو حنیفہؒ اُسے دم شکر کہتے ہیں اور اسے کھانے کی اجازت بھی دیتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ دمِ جبر ہے اور قربانی کرنے والوں کو اس سے کھانے کی اجازت نہیں دیتے۔[26]

2۔سورۃالطلاق کی آیت(1)"[27] کی تفسیر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں

"عدت کے حساب سے طلاق دینے اور عدت کا لحاظ رکھنے کے بہت سے پہلو ہیں۔لہٰذا اس نازک معاملہ میں شریعت مطہرہ کی حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے متعلقہ قوانین کی سختی سے پابندی کرو۔مثلاً حیض کی حالت میں طلاق نہ دو،اکھٹی تین طلاق نہ دو،ہر طلاق کی عدت کا حساب یاد رکھو،دوران عدت عورت کا نکاح نہ کرو،وغیرہ وغیرہ۔[28]

6۔تفسیر القرآن بالقرآت

قرآت قرآنیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سورۃالمائدۃ کی آیت "فاغسلواوجو ھَکم وادیکم الی المرافق وامسحوابرءسکم وارجلکم الی الکعبین"[29] کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔کہ یہاں واضح رہے کہ "ارجلَکم اورارجلِکم" دونوں قرآتیں مستند ہیں۔اہل تشیع چونکہ مستقلاً اسے "اَرجُلِکم" پڑھتے ہیں۔اور ان کے نزدیک پاؤں پر مسح کرنا ہے۔لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ "اَرجُلَکُم "ہیں۔اور" اِلَی الکَعبَین "کے اضافے سے یہاں پاؤں دھونے کا حکم بالکل واضح ہے۔اگر صرف مسح کرنا مطلوب ہوتا تو اس میں کوئی حد بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔[30]

تفسیر بیان القرآن کا منہج ذکر کرنے کے بعد اب سیرت ابن ہشام کا منہج اور اسلوب ذکر کیا جائے گا یہ دونوں چونکہ الگ الگ فن کی کتابیں ہیں۔لہٰذا دونوں میں کوئی موازنہ یا مقارنہ مقصود نہیں صرف دونوں کا طریقہ تصنیف کو واضح کرنا مقصود ہے۔

ابن ہشامؒ کا منہج

ابن ہشامؒ نے اپنی کتاب سیرت ابن ہشام میں پوری دیانتداری سے اس طریقے کی وضاحت کی جو اُنہوں نے ابن اسحاق کی تلخیص میں اپنایا ہے۔جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سیرت ابن ہشام سیرت ابن اسحاق کی تلخیص ہے۔ذیل میں ہم ان تبدیلیوں کا ذکر کریں گے جو ابن ہشام نے سیرت ابن اسحاق میں کی ہیں ان کے طرف اشارہ کیا ہے۔

1۔ سیرت ابن اسحاق میں آپ ﷺ کا شجرہ نسب حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت اسماعیلؑ تک ذکر کیا گیا تھا لیکن ابن ہشامؒ نے حضرت اسماعیل بن ابراہیمؑ تک برقرار رکھا۔ اور اسماعیل میں بھی صرف وہی سلسلہ ذکر کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے براہ راست آباء اجداد میں ہیں۔

2۔ روایات کے ضمن میں وہی کچھ ذکر کیا ہے جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذاتی گرامی یا براہ راست قرآن مجید سے ہے۔ جس سے سیرت کے کسی خاص پہلو کی تائید ہوتی ہے۔

3۔ اشعارِ سیرت کے بارے میں ان کا طریقہ یہ ہے کے وہ ان تمام اشعار کو ساقط کرتے ہے جن کی تصدیق ماہرین شعراء نے نہیں کی ہو۔

4۔ جن روایات پر امام بکائیؒ نے بے قراری کا اظہار کیا ان کو بھی خارج کر دیا ہے۔

یعنی جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف دشمنوں کے جو ہجو یہ کلمات تھی یا غیر مہذب اعتراضات تھی ان کو بھی ختم کر دیا۔

ان پنجگانہ اُصول کے نتیجے میں ابن ہشام نے ابن اسحاق کی سیرت کے جس حصے میں سب سے زیادہ قطع و برید کی وہ پہلا حصہ ہے جو "المبتداء" کے نام سے موسوم ہے۔ ابن ہشام نے تاریخ کائنات اور انبیاء الرسل کا ایک بہت بڑا حصہ حذف کر دیا ہے، اشعار کی تطہیر اور تنقید کی۔ اس وجہ سے اس میں صرف سیرت پر مبنی مواد کو محفوظ کیا گیا ہے۔

ابن ہشام نے تلخیص و تہذیب میں کچھ اضافات بھی کیے ہیں۔ ان کا مختصر جائزہ ہم ذیل میں پیش کریں گے۔

1۔ اشعار کے ضمن میں آپؒ نے ابن اسحاقؒ کی روایت پر مکمل بھروسہ نہیں کیا ہے بلکہ معتبر روایات کو جگہ دی۔ اس ضمن میں آپؒ نے کبھی تلخیص، کبھی تعلیق، اور کبھی حذف و تلخیص سے کام لیا۔ کسی نا مناسب اور غیر مہذب لفظ کو تبدیل کر کے مناسب و مہذب لفظ کو جگہ دی ہے۔ اور ساتھ اس کی صراحت بھی کی ہے تا کہ تحریف و تصحیف کا الزام نہ لگے۔

2۔ روایات کی تلخیص و تہذیب کے باب میں متعدد مقامات میں آپ نے اپنے حواشی، تعلیقات اور نقد سے بھی کام لیا ہے۔ اور سیرت میں خوب سے خوب حسن پیدا کیا ہے۔

3۔ آپ نے حواشی و تعلیقات میں اعلام و انساب کی بھی تحقیق کی ہے۔ اور ساتھ ابن اسحاقؒ پر نقد بھی کیا ہے۔

4۔ جب سیرت میں روایت کے بارے میں آپؒ ابن اسحاقؒ کی تائید کرتے ہیں تو ساتھ دلائل وجوہ بھی پیش کرتے ہیں۔

5۔ اشعارِ عرب اور قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں آپؒ نے مشکل الفاظ و تراکیب کی تشریح نحو و صرف کے قواعد کی رو سے کی ہے۔

بعض سیرت نگاروں نے ابن ہشامؒ کے حواشی وتعلیقات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن ہشام، ابن اسحاق کے روایات میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ دعوہ محلِ نظر ہے کیونکہ ابن ہشامؒ نے بعض اضافوں میں خود ابن اسحاقؒ کے حولے سے اختلاف و تائید کا ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت کسی نہ کسی صورت میں ابن اسحاق نے روایت و کتابت کرائی تھی۔ مثلاً حضورؐ کی ازواج مطہرات کے اضافے میں ابن ہشام ابن اسحاق کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ حضرت سودہؓ کی شادی سکران بن عمر بن عبد الشمس سے پہلے ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ یونس بن بکیر کے قطعہ سیرت ابن اسحاق میں تمام ازواج مطہرات کا بیان آیا ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابن ہشام نے ابن اسحاق کی رویات میں اضافہ کیا ہے۔ البتہ قطعی طور پر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ابن ہشام نے ابن اسحاق کے زیادہ تر روایات بکائیؒ سے نقل کی ہیں۔ اب ابن اسحاقؒ پر اپنے اس اضافے کو صرف اس صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے۔[31] ابن ہشامؒ خود اپنی کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حضرت اسماعیل بن ابراہیمؑ سے شروع کر کے ہر اس شخصیت کا ذکر کروں گا جنہیں رسول اللہؐ کے آباء واجداد میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور جو حضرات آپؐ کے آباءواجداد میں نہیں آتے ان کا ذکر نہیں کروں گا اگر چہ سیرت ان اسحاق میں ان کا تذکرہ ہو۔ میری ایک کوشش اور جدوجہد یہ بھی ہو گی کہ میں رسول اللہؐ کے مکمل سوانح بیان کروں گا البتہ ابن اسحاقؒ کے بیان کردہ ان واقعات کا ذکر نہیں کروں گا جن کا رسول اللہؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور قران کریم میں بھی ان کا ذکر نہ ہو۔ اور ان اشعار کو بھی میں حذف کروں گا جو اہل علم حضرات کے ہاں مشہور و معروف نہیں اور ان واقعات کو بھی حذف کروں گا جن کا شیخ بکائیؒ نے تائید نہ فرمائی ہو۔ ان کے علاوہ میں ان شاء اللہ اپنے پوری معلومات کی آخری رسائی تک ہر امر کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کروں گا۔[32]

خلاصہ:

اس تحقیق کا مقصد "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کے منہجی مماثلتوں اور اختلافات کا تجزیہ کرنا ہے۔ یہ دونوں کتب اسلامی فکر کی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور دین کی تشریح میں معاونت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ تحقیق میں دونوں کتب کے موضوعات، نگارش کے اسلوب، اور طریقہ کار کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تفسیر بیان القرآن" قرآن کی آیات کی تشریح اور ان کے معانی کی وضاحت میں مشغول ہے، جبکہ "سیرت ابن ہشام" نبی کریم ﷺ کی زندگی کی تفصیلات، ان کے اعمال، اور ان کی تعلیمات پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ یہ دونوں کتب اس بات کا ثبوت ہیں کہ کیسے مختلف علمی طریقے دین کی تفہیم میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

نتائج:

1. **منہجی مماثلتیں** : دونوں متون میں دین کی بنیادوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دونوں کتب میں قرآنی احکام و تعلیمات کی وضاحت کی گئی ہے، جو اسلامی معاشرت کے لیے بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔
2. **اختلافات** " : تفسیر بیان القرآن "کا اصل مقصد قرآن کی آیات کی تشریح کرنا ہے، جبکہ "سیرت ابن ہشام "کا محور نبی ﷺ کی سیرت کی تفصیلات پیش کرنا ہے۔ دونوں کتب کا مطالعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مختلف علوم کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور دین کی تفہیم میں کس طرح مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔
3. **تعلیمی فوائد** :ان دونوں کتب کے مطالعے سے طلبہ و محققین کو دین کی گہرائیوں میں اترنے کا موقع ملتا ہے، جس سے وہ اسلامی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

یہ تحقیق یہ واضح کرتی ہے کہ "تفسیر بیان القرآن" اور "سیرت ابن ہشام" کا مطالعہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ صرف دینی علوم کی تفہیم میں اضافہ کرتا ہے بلکہ اسلامی فکر کی جڑوں کو بھی مضبوط کرتا ہے۔

حواشی

[1] الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، طبعہ جدیدہ صحیحہ ملونہ، مکتبۃ البشریٰ، ص:92

[2] منتخب نصاب لاہور، مرکز انجمن خدام القرآن، 2/12 ڈاکٹر اسرار احمد (2010ء)

[3] جلالدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ الہیۃ المصریہ، 4/200

[4] الفاتحہ، الآیۃ:2

[5] النساء، الآیہ:69

[6] آلِ عمران، الآیہ:14

[7] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقیٰ من شوم المراءۃ، الطبعۃ اولیٰ دہلی، طبعہ قدیمہ کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، 2/763

[8] الدّخان، الآیہ:10

[9] آپ کا نام علی بن ابی طالب ہے۔ آپ 13 رجب 30 عام الفیل، کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اور 40ھ کو نماز فجر کے وقت سجدہ کی حالت میں جامع مسجد کوفہ میں ابن ملجم ملعون کی تلوار سے زخمی ہوئے اور 21 رمضان المبارک کو شہید ہوئے۔ اسد الغابہ، 3/143

[10] آپ کا اصل نام عبد اللہ اور کنیت عبد الرحمن ہے۔۔ آپ 6 نبوی کو پیدا ہوئی۔ اور 74 ہجری کو وفات ہوئے۔ اسد الغابہ، 3/229

[11] حضرت عبد اللہ بن عباس حضورؐ کے چچازاد بھائی اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ آپ ہجرت سے 3 سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے۔ معجم الکبیر، 10/233، رقم الحدیث:10566

[12] آپ کا اصل نام ابو سعید خدری سعد بن مالک بن سنان انصاری، خزرجی ہے۔ آپ جلیل القدر صحابہ اکرام میں سے ہیں۔613ء کو پیدا ہوئے اور74ھ/693 میں وفات ہوئے، الزرکلیؒ، الاعلام،3/87

[13] خواجہ حسن بصری ؒ کی پیدائش21ھ بمطابق642ء کو ہوئی اور وفات110ھ بمطابق728ء کو وفات پائی۔ ابن سعد۔7/

[14] آپ کا نام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الہذلی ہیں۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں 133 ہجری کو ہوئی ہے۔ الزرکلیؒ، الاعلام،4/137

[15] بیان القرآن،6/369-370

[16] بیان القرآن،6/177-178

[17] الصابونی، ص:101

[18] بیان القرآن،1/51

[19] ڈاکٹر اسرار احمد،(2010)ء)،2/12

[20] الاعراف الآیۃ:138

[21] بیان القرآن،3/161

[22] ڈاکٹر اسرار احمد،(2010)ء)،2/12

[23] المائدہ،الآیۃ:8

[24] بیان القرآن،2/122-123

[25] البقرہ،الآیۃ:196

[26] بیان القرآن،1/128

[27] الطلاق،الآیۃ:1

[28] بیان القرآن،7/272

[29] المائدہ،الآیۃ:5

[30] بیان القرآن،2/122

[31] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہری صدیقی،1/88-91

[32] ماخوذ از کتاب: سیرت النبیؐ، مؤلف، ڈاکٹر مہدی رزق اللہ احمد، مترجم حافظ محمد امین